افکارِ اقبال

صابرؔ ابوہری

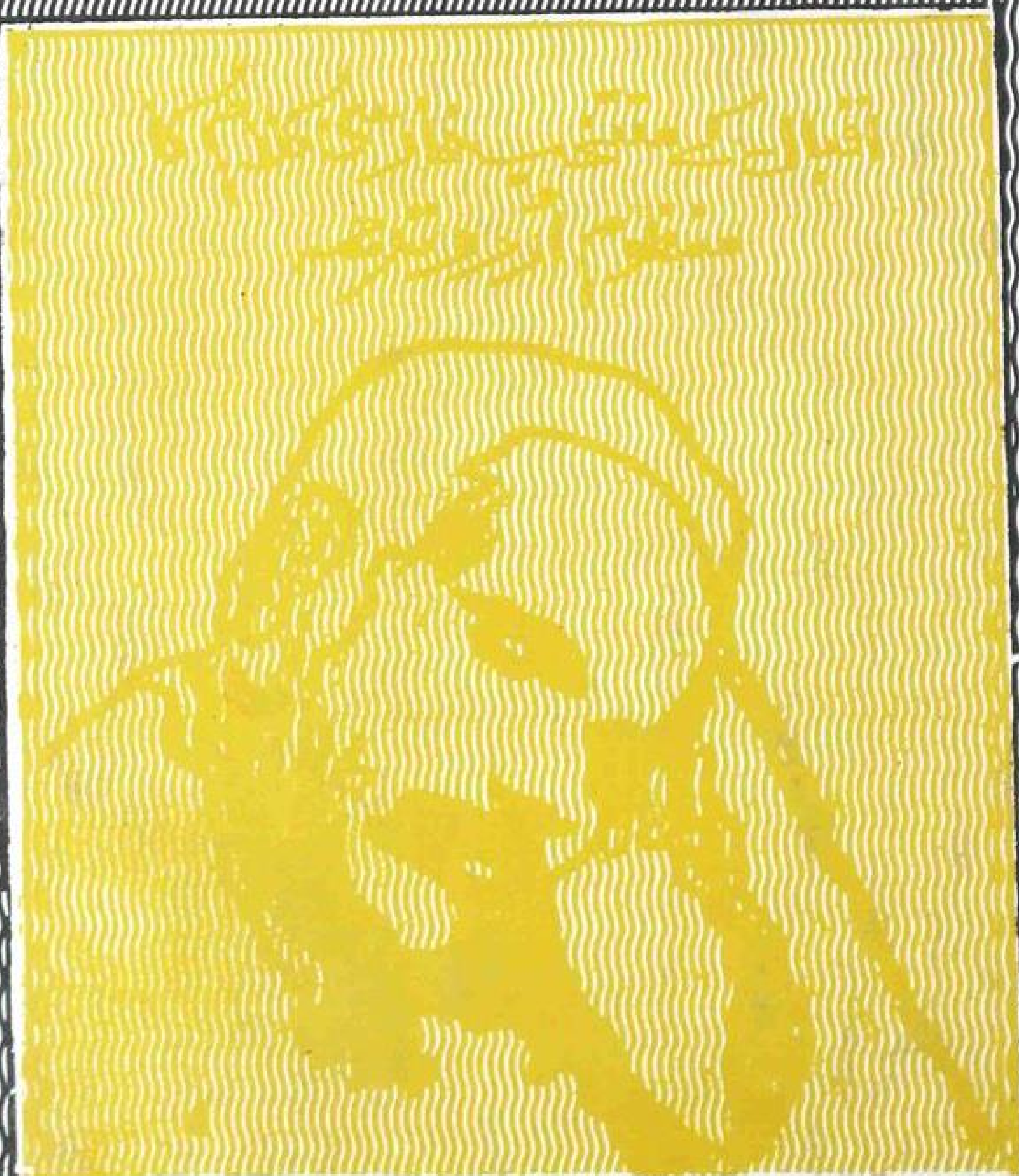

اِقبال کے مُنتخب فارسی کلام کا منظوم اُردو ترجمہ

افکارِ اقبال

صابر ابوہری

یہ کتاب
فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی، حکومتِ اُتر پردیش، لکھنؤ
کے مالی تعاون سے شائع ہوئی

افکارِ اقبال

اِقبال کے منتخب فارسی کلام کا منظوم اُردو ترجمہ

صابر ابوہری

تقسیم کار:
موڈرن پبلشنگ ہاؤس
۹ گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

© صابر ابوہری
ایگرو کنگز۔ کورٹ روڈ
جگادھری۔ ۱۳۵۰۰۳ (ہریانہ)

اشاعت	:	۱۹۹۵ء
تعداد	:	چار سو
قیمت	:	۷۵ روپے
کتابت	:	سجاد علی خاں
طباعت	:	جے۔ اے۔ آفسیٹ پریس۔ دہلی
سرورق	:	رزاق ارشد
ناشر	:	مصنف

زیر اہتمام
پریم گوپال متل

مصنف کے علاوہ کتاب درج ذیل پتے سے حاصل کی جا سکتی ہے:
موڈرن پبلشنگ ہاؤس ۹، گولا مارکیٹ ۔ دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

گذارش

مجھے شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ کے کلام سے بچپن ہی سے دلچسپی رہی ہے نصابِ تعلیم میں شامل ان کی سبھی نظمیں مجھے بہت متاثر کرتی تھیں اور میں ان کو ازبر کرلیا کرتا تھا۔ منشی فاضل کا امتحان پاس کرنے کے بعد میں اُن کے فارسی کلام کی طرف متوجہ ہُوا جس نے میرے فکرونظر کی تشکیل میں اہم رول ادا کیا۔ علامہ اقبالؔ نے اُردو کے بجائے فارسی میں فلسفۂ حیات کے مختلف پہلوؤں پر زیادہ وضاحت کے ساتھ گفتگو کی ہے اور حجم کے لحاظ سے بھی زیادہ لکھا ہے۔ ارمغانِ حجاز کو چھوڑکر جو آدھا اُردو میں اور آدھا فارسی میں ہے، اُردو میں ان کے صرف تین شعری مجموعے ہیں۔ جب کہ فارسی میں ان کی تعداد چھ ہے۔ اس کے علاوہ وہ بہ لحاظِ زبان بھی فارسی (دری) کو اردو پر ترجیح دیتے تھے۔

گرچہ ہندی در عذوبت شکر است
طرزِ گفتارِ دری شیریں تر است

اسرارِ خودی

اِقبال کا شمار بیسویں صدی کے عظیم مفکروں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنی دل پذیر نوا اور دل نواز صدا سے تشنگانِ علم و ادب کی پیاس بجھائی، خاک راہ کو رازِ الوندی بتایا،

شاعری کے پردے میں پیغمبری کی اور اپنی خود آگاہی کے طفیل ایک جہان کو دِگر گوں کر کے رکھ دیا۔ ویدویاس، ہومر، فردوسی، گوئٹے اور شیکسپیئر کی طرح ان کا نام بھی رہتی دنیا تک زندہ رہے گا اور لوگ جہادِ زندگانی میں فتح یابی کے لیے ان کے کلام سے یقیں محکم، عمل پیہم اور محبت فاتحِ عالم کا درس لیتے رہیں گے۔

اُن کے منتخب فارسی کلام کے اس ترجمے سے میرا مقصد صرف یہی ہے کہ آج کے دور میں، جب کہ فارسی کا چلن تقریباً مفقود ہو چکا ہے، ان کے حیات افروز خیالات اردو داں حلقے تک پہنچ سکیں۔ اس لیے میں اقبال کی خدا سے اس دُعا کے پیشِ نظر کہ "مرا نورِ بصیرت عام کر دے" اپنی تخلیقات قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں ؂

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

صابر ابوہری

صابر ابوہری: ایک صاحبِ علم شاعر

صابر ابوہری صاحب صرف اُردو شاعر ہی نہیں، ایک عالم فاضل السان بھی ہیں۔ پنجابی ان کی مادری زبان ہے۔ انگریزی میں ایم۔اے کیا اور طویل عرصے تک کالجوں میں انگریزی کے استاد رہے۔ فارسی میں مُنشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور اپنے شوق سے اس زبان میں ایسی مہارت حاصل کی کہ بے تکلف شعر کہنے لگے۔ کابل سے ایک رسالہ "ہند" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ صابر صاحب کا غزل، نظم اور قطعات پر مشتمل فارسی کلام اس رسالے میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ فارسی میں ان کی شعر گوئی کا مرتبہ یہ ہے کہ آل انڈیا ریڈیو نے ان کی شخصیت اور فارسی شاعری پر ایک کتابچہ شائع کیا جو بڑی تعداد میں ایران اور افغانستان بھیجا گیا۔

انھوں نے اقبال کی اسی رباعیوں اور تقریباً سو فارسی اشعار کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ صابر صاحب کو ہندی اور سنسکرت پر بھی قدرت حاصل ہے۔ انھوں نے گیتا کے ڈیڑھ سو شلوکوں کا براہِ راست سنسکرت سے ترجمہ کیا ہے۔ گیتا اور علامہ اقبال کے یہ اُردو ترجمے ہفت روزہ "ہماری زبان" میں شائع ہو چکے ہیں۔

صابر صاحب کا کلام ہند و پاک کے مقتدر رسالوں میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ ان کے

اُردو کلام کے دو مجموعے "نوائے جنوں" اور "نوائے شوق" شائع ہو چکے ہیں۔ اُردو شاعری میں، انھیں ممتاز مقام حاصل ہے۔

کسی بھی نظم کا دوسری زبان میں ترجمہ بہت مشکل کام ہے۔ بعض ناقدین کا کہنا ہے کہ شاعری کا ترجمہ ممکن ہی نہیں۔ اِس بیان میں تو خیر ذرا مُبالغہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شاعری کا ترجمہ ہے بہت مشکل کام۔

صابر صاحب کو فارسی اور اُردو دونوں زبانوں پر برابر کی قدرت حاصل ہے۔ اس لیے وہ علامہ اِقبال کے کلام کا اعلیٰ ترین ترجمہ کر سکتے ہیں۔ اور ایک بڑی بات یہ ہے کہ انھوں نے علامہ اِقبال کا ایسا کلام منتخب کیا ہے جس کا اُردو میں اچھا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ انتخاب بھی وہی شخص کر سکتا ہے جو دونوں زبانوں کے ادبی مزاج سے بھرپوُر واقفیت رکھتا ہو۔ اور صابر صاحب میں یہ صلاحیت موجود ہے۔ نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

رُباعیات

۱۔ بیا بر خویش پیچیدن بیاموز بناخُن سینہ کاویدن بیاموز
اگر خواہی خُدا را فاش بینی خُودی را فاش تر دیدن بیاموز

تمنّا چھوڑ گُلزارِ جہاں کی
نشیمن پھونک دے بے خانماں بن
اگر ہے آرزُو دیدارِ حق کی
مقاماتِ خُودی کا رازداں بن

۲۔ سحرہا در گریبانِ شبِ اُوست دو گیتی را فروغ از کوکبِ اُوست
نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم چو مرگ آید تبسّم بر لبِ اُوست

پیمبر ہے وہ انوارِ سحر کا
دو عالم اُس کے دم سے ہیں منوّر
یہی ہے مردِ مومن کی نشانی
اجل کو کہتا ہے لبیک ہنس کر

۳۔ رہِ نہ ازکفِ چراغِ آرزو را — بدست آور مقامِ ہاؤ ہو را
مشو در چار سوئے ایں جہاں گم — بخود باز آ و بشکن چار سو را

نہ بجھنے دے چراغِ آرزو کو
نظر میں رکھ مقامِ ہاؤ ہو کو
خودی کے دم سے چھا جا بحر و بر پر
مسخر کر جہانِ رنگ و بو کو

۴۔ نہ پنداری کہ مردِ امتحاں مرد — نمیرد گرچہ زیرِ آسماں مرد
ترا شایاں چنیں مرگ است ورنہ — ز ہر مرگے کہ خواہی می تواں مرد

شہیدِ راہِ حق زندہ رہے گا
یہ مانا جسم اُس کا مر گیا ہے
ہے ایسی موت سے شانِ آدمی کی
وہ مر کر نام اپنا کر گیا ہے

۵۔ نہ ہر کس خود گرو ہم خود گداز است — نہ ہر کس مستِ ناز اندر نیاز است
قبائے لالۂ خونیں قبائے است — کہ بر بالائے نامرداں دراز است

کہاں وہ خود گرو خود بیں بشر، جو
نیاز آگیں بھی مستِ ناز بھی ہو
قبائے لالۂ خونیں قبا ہے
عطا ہوتی نہیں یہ بزدلوں کو

۶۔ سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید   نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگارِ ایں فقیرے   دِگر دانائے راز آید کہ ناید

ربابِ زندگی ہے ٹوٹنے کو
ترانے اب کوئی گائے نہ گائے
چراغِ صبحدم ہوں، بجھ رہا ہوں
کوئی دانائے راز آئے نہ آئے

مفرد اشعار

۱۔ کافرِ بیدار دل پیشِ صنم   بہ ز دیں دارے کہ خفت اندر حرم

شیخ جو مسجد میں پڑ کر سو رہا
اُس سے تو بیدار دل کافر بھلا

۲۔ نغمہ ام، از زخمہ بے پروا ستم   من نوائے شاعرِ فردا ستم

میں نوا ہوں، بے نیازِ ساز ہوں
آنے والے دور کی آواز ہوں

۳۔ خودی را مردم آمیزی دلیلِ نارسائی ہا   تو اے دردآشنا بیگانہ شو از آشنائی ہا

حذر کر مردم آمیزی سے ناداں
خودی کی موت ہے یہ آشنائی

۴۔ قدم در جستجوئے آدمے زن   خُدا را ہم تلاشِ آدمے ہست

کرو کوشش تلاشِ آدمی کی
خُدا کو بھی تلاشِ آدمی ہے

۵۔ مُنکرِ حق نزدِ مُلّا کافر است   مُنکرِ خُود نزدِ من کافر تر است

خُدا کو نہ مانے وہ اِنسان کافر
جو خُود کو نہ مانے وہ اُس سے بھی بدتر

۶۔ پیرِ رومی خاک را اکسیر کرد   از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد

پیر رومی کی نظر کے فیض سے
بن گئی اکسیر میری خاک بھی

۷۔ پیکرِ ہستی ز اسرارِ خودی است   ہر چہ می بینی ز اسرارِ خودی است

خُودی کا ہے جوہر ہر اک چیز میں
خُودی سے ہے قائم نظامِ حیات

۸۔ نہ کردم گدیۂ چشمے ز افلاطون و فارابی   بچشمِ خود تماشائے جہانِ رنگ و بو کردم

نظر مانگی فلاطوں سے نہ فارابی سے میں نے
جہانِ رنگ و بو کو اپنی ہی آنکھوں سے دیکھا

۹۔ آدمیت اِحترامِ آدمی   باخبر شو از مقامِ آدمی

آدمی کی ذات ہے عالی مقام
آدمیت، آدمی کا اِحترام

۱۰۔ بُوعلی اندر غبارِ ناقہ گُم   دستِ رُومی پردۂ محمل گرفت

پیرِ رُومی نے کئے سب پردہ ہائے راز فاش
بُوعلی سینا غبارِ عقل میں گُم ہو گیا

علامہ اقبال کے کلام کے یہ ترجمے اِقبالیات میں اہم اِضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ صابر صاحِب سے میری فرمائش ہے کہ اب وہ غالبؔ کے کچھ فارسی کلام کو بھی اُردو میں مُنتقل کریں۔

ڈاکٹر خلیق انجم
جنرل سکریٹری
انجمن ترقیِ اُردو (ہند) دہلی۔

تقریظ

ترجمہ کے کام کو وہ اہمیت ہماری زبان میں حاصل نہیں ہے جو اس کو مغربی زبانوں میں حاصل ہے۔ اور شاید اسی وجہ سے اہلِ علم اس مشکل کام میں ہاتھ نہیں ڈالتے اگر ترجمہ شعری شکل میں ہو تو اور بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ اس فن کے ماہر کو دونوں زبانوں پر قدرت اور تسلّط کے ساتھ شعر فہمی اور شعر گوئی کا ذوق بھی ودیعت کیا گیا ہو۔

علامہ اقبالؔ کے افکار و خیالات اور ان کی رفعتِ پرواز سے اردو فارسی دونوں زبانوں کے دلدادہ بخوبی واقف ہیں۔ اقبالؔ نے اپنے افکار و خیالات کے اظہار کے لئے فارسی کی طرف ایسے دَور میں توجّہ کی جب ہندوستان میں اس کا چلن تقریباً ختم ہو چکا تھا اور اقبالؔ دونوں زبانوں میں سے کسی ایک کا بھی انتخاب کر سکتے تھے۔ لیکن ان کی نظرِ انتخاب فارسی پر پڑی۔

میرے فاضل دوست صابر ابوہری نے بڑی جانفشانی اور کاوش سے اقبالؔ کے فارسی کلام کے بعض حصّوں کو اُردو کا جامہ پہنایا ہے۔ طبیعت میں شعریت ہونے

کی وجہ سے وہ شعری محاسن کو بھی مدِ نظر رکھتے ہیں اور حتی الامکان معنی آفرینی کو مجروح نہیں ہونے دیتے۔ اور اوزان اور قوافی کی بھی رعایت کرتے ہیں۔ ان کی یہ کاوش و کوشش قابلِ ستائش ہے کہ اردو داں حضرات اقبالؔ کے فکروفن کی گہرائی و گیرائی تک پہنچ سکیں اور یوں صابرؔ ابوہری صاحب کی سعی مشکور ہو۔

میں نے عمداً مثالوں سے گریز کیا ہے کہ یہ معاملہ قارئین کی خوش ذوقی پر چھوڑ دیا ہے تاکہ وہ مطالعہ کرکے داد دیں اور قبل از مطالعہ میری رائے سے متاثر نہ ہوں۔

ڈاکٹر عبد الودود اظہر دہلوی
جنرل سکریٹری
آل انڈیا پرشین ٹیچرز ایسوسی ایشن
جواہر لال نہرو یونیورسٹی۔ نئی دہلی۔

دُعائیہ

مُحبِّ مکرم صابر صاحب!

افکارِ اقبال کا مسودہ جو آپ نے از راہِ کرم میرے دیکھنے کو بھیجا تھا، میں نے سرسری طور پر دیکھا۔ ماشا اللہ خوب ہے۔ اقبال کے کلام کا نمایندہ انتخاب، ترجمہ برجستہ اور زنک مُسک سے درُست۔ آپ نے اقبال کے بنیادی خیال کی خوب ترجمانی کی ہے۔ زندہ باشی و جاوداں باشی۔ اس کے دیکھنے میں اچھا وقت کٹ گیا۔ شکریہ۔

السلام والاکرام

خاکسار

مالک رام

(ماہرِ غالبیات)

ہدیۂ خلوص

اے فدائے علم و دانش، اے ادیبِ نامدار
تیرے دم سے گلشنِ شعر و سخن ہے پُربہار
لائقِ صد آفریں ہے تیرا اندازِ بیاں
تو سمجھتا ہے رموزِ شاعری اے نکتہ داں
وقف کر دی زندگی تُو نے ادب کے واسطے
ایک عالم مانتا ہے محسنِ اُردو تجھے
جوہرِ انسانیت سے دِل ترا معمور ہے
پرتوِ عرفانِ حق سے ذہن بھی پُرنور ہے
خاندانِ جوشؔ کی قائم ہے تجھ سے آبرو
تیری خوش گوئی کا چرچا ہو رہا ہے چارسُو
ترجمے کے فن میں حاصل ہے تجھے کسب و کمال
تیری استعداد کی "افکار" ہے عمدہ مثال
اے رفیقِ جاں برابر ہے مجھے بھی تجھ پہ ناز
تو فصاحت کا امیں ہے، جانتا ہے فن کے راز

رشیؔ پٹیالوی۔ بمبئی

فہرست

۱۔ رُباعیات ۱۹

۲۔ اقوالِ عارفِ ہندی ۶۰

۳۔ مفرد اشعار ۶۵

۴۔ اِقبالؔ کی دُعا ۱۰۷

۵۔ اِقبالؔ پر نظمیں ۱۰۸ تا آخر

بنتے ہیں مری کارگہِ فکر میں انجم
لے اپنے مقدّر کے ستارے کو تو پہچان

ضربِ کلیم

اَدب

۱۔ نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم حدیثِ عشق بے باکانہ گفتم

شُنیدم آنچہ از پاکانِ اُمّت ترا با شوخیِ رندانہ گفتم

نہ ساقی سے نہ پیمانے سے مطلب

ترانے عشق کے گاتا رہا ہُوں

مِلا جو کچھ مجھے اربابِ دیں سے

زمانے کو وہ لوٹاتا رہا ہُوں

۲۔ گہے شعرِ عراقی را بخوانم — گہے جامی زند آتش بجانم
ندانم ارچہ آہنگِ عجم را — شریکِ نغمہ ہائے ساربانم

کبھی مسرور کرتا ہے عراقی
کبھی جامی کو پڑھ کر جھومتا ہوں
نہیں واقف نواہائے عجم سے
مگر میں سارباں کا ہم نوا ہوں

۳۔ مرا از منطق آید بوئے خامی — دلیلِ اُو دلیلِ ناتمامی
برویم بستہ در ہا را کشاید — دو بیتِ پیرِ رومی یا ز جامی

نہیں منطق کے بس کی رہنمائی
دلیل اس کی دلیلِ ناتمامی
حقیقت آشنا کرتے ہیں مجھ کو
کلامِ پیرِ رومی، شعرِ جامی

۴۔ متاعِ من دلِ درد آشنائے ست   نصیبِ من فغانے نارسائے ست
بخاکِ مرقدِ من لالہ خوشتر   کہ ہم خاموش و ہم خونیں نوائے ست

مری دولت دلِ درد آشنا ہے
مری قسمت بس آہِ نارسا ہے
گلِ لالہ مرے مرقد پہ بہتر
کہ یہ خاموش ہے، خونیں نوا ہے

۵۔ مئے من از تنک جاماں نگہ دار   شرابِ پختہ از خاماں نگہ دار
شرار از نیستانے دور بہتر   بخاصاں بخش و از عاماں نگہ دار

ہلاہل ہیں یہ کم نظروں کے حق میں
مرے افکار کو رکھو چھپا کر
یہ نعمت ہے بلا نوشوں کی خاطر
تنک جاموں سے یہ شئے دور بہتر

۶۔ چہ پرسی از مقاماتِ نوایم — ندیماں کم شناسند از کجایم
کشادم رختِ خود را اندریں دشت — کہ اندر خلوتش تنہا سرایم

نہیں میں کیا بتاؤں اپنا رتبہ
نہیں معلوم دنیا کو میں کیا ہوں
زباں کھولی ہے میں نے اس چمن میں
اکیلا ہی جہاں نغمہ سرا ہوں

۷۔ مجو از من کلامِ عارفانہ — کہ من دارم سرشتِ عاشقانہ
سرشکِ لالہ گوں را اندریں باغ — بیفشانم چو شبنم دانہ دانہ

نہیں کچھ واسطہ عرفاں سے مجھ کو
مجھے فطرت ملی ہے عاشقانہ
لہو روتا ہوں میں اس گلستاں میں
ٹپکتا ہے جو پیہم دانہ دانہ

۸۔ بدستِ من ہماں دیرینہ چنگ است — دُرونش نالہ ہائے رنگ رنگ است

ولے بنوازمش با ناخنِ شیر — کہ اُورا تار از رگ ہائے سنگ است

پُرانی ہے مری بربط بھی لیکن

نیا آہنگ دے گی یہ جہاں کو

اِسے تم شیر کے ناخُن سے چھیڑو

جو سُننا ہے سُرودِ جاوداں کو

۹۔ ندانم نکتہ ہائے علم و فن را — مقامِ دیگرے دارم سخن را

میانِ کارواں سوز و سرورم — سُبک پَے کردِ پیرانِ کہن را

رمُوزِ علم و فن سے بے خبر ہُوں

زمانے سے الگ میری صدا ہے

لُٹاتا ہُوں سرور و سوز و مستی

رحیلِ کارواں میری نوا ہے

۱۰۔ سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید ۔۔۔ نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگارِ ایں فقیرے ۔۔۔ دِگر دانائے راز آید کہ ناید

ربابِ زندگی ہے ٹوٹنے کو
ترانے اب کوئی گائے نہ گائے
چراغِ صبحدم ہوں، بجھ رہا ہوں
کوئی دانائے راز آئے نہ آئے

۱۱۔ اگر می آید آں دانائے رازے ۔۔۔ بدہ اورا نوائے دل گدازے
ضمیرِ اُمتاں را می کُند پاک ۔۔۔ کلیمے یا حکیمے نے نوازے

جو کوئی راز داں آئے تو یارب!
نوائے دل گداز اُس کو عطا کر
وہی کرتا ہے پاک انساں کے دل کو
جسے بھیجے تو دیدہ ور بنا کر

۱۲۔ بگو از من نوا خوانِ عرب را   بہائے کم نہادم لعلِ لب را

از آں نورے کہ از قرآں گرفتم   سحر کردم صد و سی سالہ شب را

عرب کے شاعروں سے کہہ دو جا کر

نہیں مطلب مجھے کچھ رنگ و بُو سے

مجھے جو نورِ قرآں سے مِلا ہے

مِٹائے اس سے صدیوں کے اندھیرے

۱۳۔ باں رازے کہ گفتم پے نبُردند   زِ شاخِ نخلِ من خُرما نخوردند

من اے میرِ اُمم! داد از تو خواہم   مرا یاراں، غزل خوانے شمُردند

نہ مانی ایک بھی لوگوں نے میری

گیا بے کار میرا فکر سارا

تو ہی انصاف کر اب یا محمدؐ!

مجھے شاعر سمجھتی ہے یہ دُنیا

۱۴۔ مے از میخانۂ مغرب چشیدم بجانِ من کہ دردِ سر خریدم
نشستم با نکویانِ فرنگی ازآں بے سوز تر روزے ندیدم

چکھی مغرب کے مے خانے کی مے بھی
مگر سچ یہ ہے دردِ سر خریدا
نہ راس آیا مجھے علمِ فرنگی
میں ایسے علم سے کورا بھلا تھا

۱۵۔ قماش و نقرہ و لعل و گہر چیست غلامِ خوش گل و زریں کمر چیست
چو یزداں از دو گیتی بے نیاز اند دگر سرمایۂ اہلِ ہنر چیست

حشم سے، جاہ سے مطلب ہے کوئی
نہ سیم و زر ہی پر ان کی نظر ہے
دو عالم، ہیچ ہیں ان کی نظر میں
یہی سرمایۂ اہلِ ہنر ہے

۱۶۔ مے روشن ز تاکِ من فرو ریخت خوشا مردے کہ در دامانم آویخت
نصیب از آتشِ دارم کہ اوّل سنائی از دلِ رومی برانگیخت

مِرے افکار کی مَے ہے منوّر
خوشا وہ مرد جس نے یہ عطا کی
مِرے دل میں بھی روشن ہے وہی آگ
سنائی سے جو رومی کو ملی تھی

متفرّق

۱۷۔ خوش آں راہی کہ سامانے نگیرد دلِ او بندِ یاراں کم پذیرد
بہ آہِ سوزناکش سینہ بکشائے زریکِ آہش غمِ صد سالہ میرد

مسافر وہ جو بے ساماں ہی چل دے
بنائے رہنما، ذوقِ سفر کو
رحیلِ کارواں نالہ ہو جس کا
جو سمجھے کھیل راہِ پُرخطر کو

۱۸۔ بِہ من ہنگامہ دِہ ایں جہاں را — دِگرگوں کُن زمین و آسماں را
بِہ خاکِ ما دگر آدم برانگیز — بِکُش ایں بندہ سود و زیاں را

کوئی ہنگامہ برپا کر جہاں میں
دِگرگوں کر زمین و آسماں کو
نیا اِنسان کر تخلیق یارب!
مِٹا اِس بندہ سُود و زیاں کو

۱۹۔ دِلے در سِینہ دارم بے سرُورے — نہ سوزے در کفِ خاکم نہ نُورے
بگیر از من کہ بر من بار دوش است — ثوابِ ایں نمازِ بے حضُورے

مِرا دِل کیف و مستی سے ہے عاری
بدن پژمُردہ و بے نُور یکسر
مجھے جینا ہی دُوبھر ہو رہا ہے
کروں میں بندگی تیری تو کیونکر

۲۰۔ نخواہم ایں جہان و آں جہاں را　　　مرا ایں بس کہ دانم رمزِ جاں را

سجودے دہ کہ از سوز و سرورش　　　بوجد آرم زمین و آسماں را

نہ اِس دُنیا نہ اُس دُنیا کی خواہش

نظر میری ہے رازِ کُن فکاں پر

عطا کر مجھ کو ایسا ذوقِ سجدہ

جو کر دے وجد طاری آسماں پر

۲۱۔ دِل از دستِ کسے بُردن نداند　　　غم اندر سینہ پروردن نداند

دمِ خود را دمیدی اندراں خاک　　　کہ غیر از خوردن و مردن نداند

الٰہی آج کا اِنساں توبہ

اِسے اِنساں سے اُلفت نہیں ہے

عطا کی تُو نے اُس کو زندگانی

جِسے مرنے کی بھی فرصت نہیں ہے

۲۲۔ دلِ ما از کنارِ ما رمیدہ بصورت ماندہ و معنی ندیدہ
زماآں راندۂ درگاہ خوشتر حق اُورا دیدہ و مارا شنیدہ

ہمارے دِل کی محرومی نہ پوچھو
اُلجھ کر رہ گیا صورت میں غافل
جو ہوتا آشنائے حُسنِ سیرت
نہیں ہوتا وہ دیدِ حق کے قابل

۲۳۔ نداند جبرئیلِ ایں ہاؤ ہُو را کہ نشناسد مقامِ جستجو را
بپرس از بندۂ بیچارۂ خویش کہ داند نیش و نوشِ آرزو را

نہیں جبریل واقف ہاؤ ہُو سے
خبر کیا اُس کو لطفِ جستجو کی
مجھے معلوم ہے سوزِ تمنا
سمجھتا ہوں میں عظمت آرزو کی

۲۴۔ عطا کُن شورِ رومیؒ، سوزِ خسرو عطا کُن صِدق و اِخلاصِ سنائیؒ
چُناں با بندگی در ساختم من نہ گیرم گر مرا بخشی خدائی

عطا کر جذبِ رومیؒ، سوزِ خسرو
عطا کر صِدق و اِخلاصِ سنائیؒ
مجھے اب بندگی راس آگئی ہے
نہ لُوں اس کے عِوض ہرگز خُدائی

۲۵۔ مسلماں فاقہ مست و ژندہ پوش است ز کارش جبرئیل اندر خروش است
بیا نقشِ دگر مِلّت بریزیم کہ ایں مِلّت جہاں را بارِ دوش است

فرشتوں کو شکایت ہے کہ یارب!
بشر گمراہ بھی، کم کوش بھی ہے
نیا انساں کوئی تخلیق کر تُو
یہ جاہِل بھی ہے، بارِ دوش بھی ہے

۲۶۔ دگر ملّت کہ کارے پیش گیرد　　دگر ملّت کہ نوش از نیش گیرد
نگردد با یکے عالم رضامند　　دو عالم را بہ دوشِ خویش گیرد

وہ اِنساں جس کی رگ رگ میں جنوں ہو
ہلاہل کو جو سمجھے آبِ حیواں
یہ دُنیا ہیچ ہو جس کی نظر میں
دو عالم جس کی ہستی پر ہوں نازاں

۲۷۔ دِگر قومے کہ ذکرِ لاالٰہ اش　　برآرد از دلِ شب صبح گاہش
شناسد منزلش را آفتابے　　کہ ریگِ کہکشاں رُوید زراہش

وہ اِنساں جس کے ذکرِ لاالٰہ سے
شبِ تاریک مثلِ صبحِ خنداں
کرے مہرِ درخشاں جس کو سجدہ
کریں جس کے لیے انجم چراغاں

۲۸۔ مُریدے فاقہ مستے گُفت با شیخ   کہ یزداں رازِ حالِ ما خبر نیست
بما نزدیک تر از شہ رگِ ماست   ولیکن از شکم نزدیک تر نیست

کہا اِک بُھوک کے مارے نے اک دن
ہمارے حال سے حق بے خبر ہے
وہ شہ رگ سے بھی ہے نزدیک لیکن
ہمارے پیٹ سے کیوں دُور تر ہے؟

۲۹۔ دِگرگُوں کِشورِ ہندوستان است   دِگرگُوں ایں زمیں را آسمان است
مجو از ما نمازِ پنج گانہ   غُلاماں را صف آرائی گران است

یہ ہندوستان جو میرا وطن ہے
نرالا ہے چلن اِس کا جہاں سے
غُلامی سلب کر لیتی ہے سب کچھ
شعُورِ بندگی لاؤں کہاں سے

۳۰۔ ندانم دل شہیدِ جلوۂ کیست   نصیبِ اُو قرارِ یک نفس نیست
بہ صحرا بُردمش افسُردہ تر گشت   کنارِ آبجوئے زار بگریست

نہ جانے دل کو کس کی آرزو ہے
قرار اس کو نہیں ملتا کہیں بھی
نہ صحرا میں سکوں مِلتا ہے اس کو
نہ مِلتا ہے کنارِ آبجُو ہی

۳۱۔ بایں پیری رہِ یثرب گرفتم   نواخواں از سرورِ عاشقانہ
چو آں مُرغے کہ در صحرا سرِ شام   کُشاید پر بہ فکرِ آشیانہ

چلا ہُوں وقتِ پیری سوئے یثرب
مرے لب پر ہے اُلفت کا ترانہ
مَیں اک ہارا تھکا پنچھی ہُوں گویا
جو وقتِ شام ڈھونڈے آشیانہ

۳۲۔ چہ خوش صحرا کہ در وے کارواں ہا   درودے خواند و محمل براند

بہ ریگِ گرمِ اُو آور سجودے   جبیں را سوز تا داغے بماند

تجھے صحرا کی عظمت کیا بتاؤں

کہیں برتر ہے یہ خلدِ بریں سے

یہ ریگِ گرم ہے سجدوں کے لایق

جبیں پُر سوز کر لے اس زمیں سے

۳۳۔ چہ خوش صحرا کہ شامش صبح خند است   شبش کوتاہ و روزِ اُو بلند است

قدم اے راہرو! آہستہ تر نہ   چو ما ہر ذرّہٗ اُو دردمند است

یہ صحرا رات جس کی روزِ روشن

یہ صحرا شام جس کی صبحِ خنداں

قدم آہستہ رکھو رہ نوردو!

یہ نازک دل ہے مثلِ دردمنداں

۳۴۔ غمِ راہی نشاط آمیز تر کُن فغانش را جنوں انگیز تر کُن
بگیر اے ساربان راہِ درازے مرا سوزِ جُدائی تیز تر کُن

مرے غم کو نشاط آمیز کر دے
فغاں میری جنوں انگیز کر دے
کوئی لمبا سا رستہ ڈھونڈھ رہبر
جُدائی کی تڑپ کو تیز کر دے

۳۵۔ بنورِ تو برافروزم نگہ را کہ بینم اندرونِ مہر و مہ را
چو می گویم مسلمانم بلرزم کہ دانم مشکلاتِ لا الہ را

منوّر ہے مرا دل نورِ حق سے
حقیقت جانتا ہوں مہر و مہ کی
مسلماں خود کو کہتے کانپتا ہوں
سمجھتا ہوں میں مشکل لا الہ کی

۳۶۔ ترا اندر بیابانے مقام است
کہ شامش چوں سحر آئینہ فام است

بہ ہر جائے کہ خواہی خیمہ گستر
طناب از دیگراں جستن حرام است

تری قسمت میں ہے صحرا نوردی
تجھے کیا واسطہ دیوار و در سے
لگا خیمہ جہاں جی چاہے لیکن
طنابیں مانگ مت اربابِ زر سے

۳۷۔ بیا ساقی بگرداں ساتگیں را
بیفشاں ہر دو گیتی آستیں را

حقیقت را بہ رندے فاش کردند
کہ مُلا کم شناسد رمزِ دیں را

پلا ساقی وہ جامِ کیف پرور
کھلیں اسرارِ حق پیتے ہی جس کو
فقط مے کش ہیں محرم رازِ حق کے
یہ مُلا کب سمجھ سکتے ہیں اس کو

۳۸۔ مُسلماں از خُودی مردِ تمام است — بخاکش تا خُودی میرد غُلام است
اگر خود را متاعِ خویش دانی — نگہ را جُز بہ خُود بستن حرام است

خُودی کی موت پیغامِ غُلامی
خُودی سے آدمی ظِلِّ اِلٰہی
خُودی کی پاسبانی خُود شناسی
فِدائے رنگ و بُو ہونا تباہی

۳۹۔ خُدا آں مِلّتے را سروری داد — کہ تقدیرش بدستِ خویش بنوشت
بہ آں مِلّت سروکارے ندارد — کہ دہقانش برائے دیگراں کِشت

خُدا اُس قوم کو دیتا ہے عزّت
سنوارے آپ ہی جو اپنی قسمت
کریں فاقہ کشی مزدُور جس کے
رہے گی قوم وہ محرومِ رحمت

۴۰۔ ز رازی حکمتِ قرآں بیاموز   چراغے از چراغِ اُو برافروز

ولے ایں نکتہ را از من فراگیر   کہ نتواں زیستن بے مستی و سوز

سُنو رازی سے تم تفسیرِ قرآں

کرو اس سے منوّر دل کی بستی

مگر اِک بات میری یاد رکھو

کمالِ زندگی ہے سوز و مستی

۴۱۔ نُوائے نادان دلِ آگاہ دریاب   بخُود مثلِ نیاگاں راہ دریاب

چساں مومن کُند پوشیدہ را فاش   ز "لا موجود اِلاّ اللہ" دریاب

دلِ آگاہ حاصِل کر کہیں سے

خُودی کا درس لے اربابِ دیں سے

مثالِ مردِ مومن باخبر ہو

خُدا کی ذات سے، دینِ مُبیں سے

۴۲۔ جواں مردے کہ خود را فاش بیند   جہانِ کہنہ را باز آفریند
ہزاراں انجمن اندر طوافش   کہ او با خویشتن خلوت گزیند

خودی سے آشنا ہوگا جو انساں
کرے گا وہ جہانِ تازہ پیدا
ہزاروں محفلیں اس پر نچھاور
بھری دنیا میں جو رہتا ہے تنہا

۴۳۔ جہانگیری بخاکِ ما سرشتند   امامت در جبینِ ما نوشتند
درونِ خویش بنگر آں جہاں را   کہ تخمش در دلِ فاروقؓ کشتند

جہاں گیری بنی قسمت ہماری
امامت لکھ دیا لوحِ جبیں پر
وہ دنیا دیکھ دل کے آئینے میں
جسے فاروقؓ نے دیکھا زمیں پر

۴۴۔ مسلمانے کہ خود را امتحاں کرد غبارِ راہِ خود را آسماں کرد

شرارِ شوق اگر داری نگہ دار کہ با وے آفتابی می تواں کرد

جو اسرارِ خودی کا راز داں ہے

غبار اُس کا حریفِ کہکشاں ہے

شرارِ عشق ہے جس کا اثاثہ

وہی انساں امیرِ کارواں ہے

۴۵۔ کسے کو بیند اسرارِ یقیں را یکے بیں می کند چشمِ دو بیں را

بیامیزند چو نورِ دو قندیل میندیش افتراقِ ملک و دیں را

جو اسرارِ یقیں کو جانتا ہے

نظر اُس کی ہے بیگانہ دوئی سے

ملیں آپس میں جیسے نور یکسر

ہوں دل سے دور جھگڑے ملک و دیں کے

۴۶۔ ترا با خرقہ و عمامہ کارے　　من از خود یافتم بوئے نگارے

ہمیں یک چوب نے سرمایۂ من　　نہ چوبِ منبرے نے چوب دارے

تری فطرت فقط ظاہر پرستی

مرا دل نورِ حق سے ہے منوّر

مسافر ہوں دیارِ معرفت کا

مری منزل نہ مسجد ہے نہ مندر

۴۷۔ بدہ با خاکِ او آں سوز و تابے　　کہ زاید از شبِ او آفتابے

نوا آں زن کہ از فیضِ تو او را　　دگر بخشند ذوقِ انقلابے

جوانوں کو عطا کر جذب و مستی

منوّر کر انھیں انوارِ حق سے

تڑپ پیدا کر ایسی اُن کے دل میں

کہ ذوقِ انقلاب اک اک میں جاگے

۴۸۔ خوشا آں قومِ پریشاں روزگارے　　　　که زاید از ضمیرش پختہ کارے

نمودش سرّے از اسرارِ غیب است　　　　ز ہر گردے بروں ناید سوارے

مبارک ہے وہ قومِ خستہ حالاں

جنم دیتی ہے جو صاحب نظر کو

ظہور اس کا ہے اِک غیبی کرشمہ

نظر ملتی نہیں ہر اک بشر کو

۴۹۔ مبارکباد کُن آں پاک جاں را　　　　که زاید آں امیرِ کارواں را

ز آغوشِ چنیں فرخندہ مادر　　　　خجالت می دہم حورِ جناں را

مبارکباد اُس عورت کو ہمدم

جنم دے جو امیرِ کارواں کو

بنے جو ماں کسی صاحب نظر کی

نثار اس پر کریں حورِ جناں کو

۵۰۔ ز علمِ چارہ سازِ بے گدازے	بسے خوشتر نگاہِ پاک بازے
نکوتر از نگاہِ پاک بازے	دِلے از ہر دو عالم بے نیازے

گداز و سوز سے عاری، ہنر سے
نگاہِ پاک رُتبے میں نہیں کم
نگاہِ پاک سے افضل ہے وہ دل
رہے جو بے نیازِ ہر دو عالم

۵۱۔ بہ آں مومن خدا کارے ندارد	کہ در تن جانِ بیدارے ندارد
از آں از مکتبِ یاراں گریزم	جوانے خود نگہدارے ندارد

نہیں اللہ کو اُس مومن کی پروا
کہ جس کی رُوح خوابیدہ ہے اب تک
مرا دل کیا لگے مکتب میں ہمدم
نہ ہو اک بھی جواں بیدار جب تک

۵۲۔ زِ من گیر ایں کہ مردِ کور چشمے   زِ بینائے غلط بینے نکوتر

زِ من گیر ایں کہ نادانِ نکوکیش   زِ دانشمندِ بے دینے نکوتر

اِک اندھا آدمی بھی درحقیقت

غلط بیں آدمیوں سے ہے بہتر

بھلے کردار کا نادان انساں

خرد مندانِ بے دیں سے ہے بڑھ کر

۵۳۔ نگر خود را بہ چشمِ محرمانہ   نگاہِ ماست مارا تازیانہ

تلاشِ رزق ازاں دادند مارا   کہ باید پر کشودن را بہانہ

کبھی جھانکو حریمِ دل کے اندر

یہ عرفاں کے لئے ہے تازیانہ

غرض یہ ہے کہ ہم غافل نہ بیٹھیں

تلاشِ رزق تو ہے اک بہانہ

۵۴۔ حرم جز قبلۂ قلب و نظر نیست — طوافِ اُو طوافِ بام و در نیست

میانِ ما و بیت اللہ رمزیست — کہ جبریلِ امیں را ہم خبر نیست

حرم اِک قبلۂ قلب و نظر ہے

وہ یکسر بے نیازِ بام و در ہے

ہمیں جو ربط ہے اُس آستاں سے

کہاں جبریل کو اُس کی خبر ہے

۵۵۔ بیا بر خویش پیچیدن بیاموز — بناخن سینہ کاویدن بیاموز

اگر خواہی خدا را فاش بینی — خودی را فاش تر دیدن بیاموز

تمنا چھوڑ گلزارِ جہاں کی

نشیمن پھونک دے بے خانماں بن

اگر ہے آرزو دیدارِ حق کی

مقاماتِ خودی کا راز داں بن

۵۶۔ گلہ از سختیِ ایّام بگُزار
که سختی ناکشیده کم عیار است

نمی دانی که آبِ جُوئبارال
اگر بر سنگ غلطد خُوشگوار است

نہ کر شکوہ اگر قسمت بُری ہے

مُصیبت ہی کسوٹی ہے بشر کی

سر اپنا جب پٹکتا ہے سِلوں پر

بَھلا لگتا ہے کیا جھرنے کا پانی

۵۷۔ فتادی از مقامِ کبریائی
حضورِ دُوں نہاداں جِبہہ سائی

تو شاہینی ولیکن خویشتن را
نگیری تا بہ دامِ خُود نُمائی

مقامِ کبریا سے گر گیا تُو

درِ اغیار پر تیری جبیں ہے

تُو شاہیں ہے مگر احساس اِس کا

بجُز خُود آگہی مُمکن نہیں ہے

۵۸۔ خوشا روزے کہ خود را باز گیری ہمیں فقر است کو بخشد امیری
حیاتِ جاوداں اندر یقیں است رہِ تخمین و ظن گیری بمیری

تو جب پہچان لے گا اپنی ہستی
کھلیں گے تجھ پہ اسرارِ امیری
یقیں سے ہاتھ آتی ہے رہائی
قیاس و بدگمانی ہے اسیری

۵۹۔ تو ہم مثلِ من از خود در حجابی خنک روزے کہ خود را باز یابی
مرا کافر کند اندیشۂ رزق ترا کافر کند علمِ کتابی

مری مانند تو بھی بے خبر ہے
نہ ہاتھ آئی کلیدِ کامیابی
مجھے کافر کیا روزی کے غم نے
ترا دشمن بنا علمِ کتابی

۶۰۔ مِنہ از کفِ چراغِ آرزو را بدست آور مقامِ ہاؤ ہُو را
مشو در چار سوئے ایں جہاں گُم بخود باز آ و بشکن چار سو را

نہ بجھنے دے چراغِ آرزو کو
نظر میں رکھ مقامِ ہاؤ ہُو کو
خودی کے دم سے چھا جا بحر و بر پر
مُسخّر کر جہانِ رنگ و بُو کو

۶۱۔ نہ پنداری کہ مردِ امتحاں مُرد نمیرد گرچہ زیرِ آسماں مُرد
تُرا شایاں چُنیں مرگ است ورنہ زہر مرگے کہ خواہی می تواں مُرد

شہیدِ راہِ حق زندہ رہے گا
یہ مانا جسم اُس کا مر گیا ہے
ہے ایسی موت سے شان آدمی کی
وہ مر کر نام زندہ کر گیا ہے

۶۲۔ نگیرد مرد از رنج و غم و درد　　ز دوراں کم نشیند بر دلش گرد
قیاس او را مکن از گریۂ خویش　　کہ ہست از سوز و مستی گریۂ مرد

نہیں ڈرتے دلاور رنج و غم سے
نہ پروا ہے اُنھیں کچھ آسماں کی
بہائیں بھی اگر آنسو کبھی وہ
علامت جانئے سوزِ نہاں کی

۶۳۔ سحر ہا در گریبانِ شبِ اوست　　دو گیتی را فروغ از کوکبِ اوست
نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم　　چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

پیمبر ہے وہ انوارِ سحر کا
دو عالم اس کے دم سے ہیں منوّر
یہی ہے مردِ مومن کی نشانی
اجل کو کہتا ہے لبیک ہنس کر

۶۴۔ کسے کو لا الٰہ را در گرہ بست — ز بندِ مکتب و مُلّا بروں جست

بآں دین و بآں دانش مپرداز — کہ از ما می برد چشم و دل و دست

سمجھتا ہے جو رمزِ لا الٰہ کو

اُسے کیا واسطہ دیر و حرم سے

بھلا کس کام کے وہ دین و مذہب

کریں محروم جو حق کے کرم سے

۶۵۔ نہاں اندر دو حرفے سرِّ کار است — مقامِ عشق منبر نیست دار است

براہیماں ز نمرُوداں نترسند — کہ عُودِ خام را آتش عیار است

نہیں منبر مقامِ عشق ناداں !

مقامِ عشق تو دار و رسن ہے

براہیموں کو نمرُودوں سے کیا ڈر

لپٹنا آگ سے اُن کا چلن ہے

۶۶۔ مسلمانے کہ داند رمزِ دیں را | نساید پیشِ غیر اللہ جبیں را
اگر گردوں بہ کامِ اُو نگردد | بہ کامِ خود بگرداند زمیں را

جو مسلم رمزِ حق سے آشنا ہے
نہیں جھکتا کبھی وہ ڈر کے مارے
نچاتا ہے فلک کو اُنگلیوں پر
دِکھاتا ہے زمیں کو دن میں تارے

۶۷۔ نہ ہر کس خود گرو ہم خود گداز است | نہ ہر کس مستِ ناز اندر نیاز است
قبائے لالہِ خونیں، قبائے است | کہ بر بالائے نامرداں دراز است

کہاں وہ خود گرو خود بیں بشر جو
نیاز آگیں بھی مستِ ناز بھی ہو
قبائے لالہِ خونیں قبا ہے
عطا ہوتی نہیں یہ بزدلوں کو

۶۸۔ بہشتے بہرِ پاکانِ حرم ہست   بہشتے بہرِ اربابِ ہمم ہست

بگو ہندی مسلماں را کہ خوش باش   بہشتے فی سبیل اللہ ہم ہست

کبھی ملتی ہے یہ پاکیِ دل سے

کبھی ہمّت سے ہاتھ آتی ہے جنّت

سُنا مژدہ یہ ہندوستانیوں کو

کہ مانگے سے بھی مِل جاتی ہے جنّت

۶۸۔ ز سوزِ ایں فقیرِ رہ نشینے   بدہ اُو را ضمیرِ آتشینے

دلش را روشن و پایندہ گرداں   ز اُمیدے کہ زاید از یقینے

دُعا ہے مجھ فقیرِ رہ نشیں کی

ضمیرِ آتشیں سب کو عطا کر

منوّر کر یقیں سے شمعِ دل کو

جھلک اُمید کی اُن کو دکھا کر

۷۰۔ ادب پیرایۂ نادان و دانا ست — خوش آں کو از ادب خود را بیار است
ندارم آں مسلماں زادہ را دوست — کہ در دانش فزود و در ادب کاست

ادب شانِ فضیلت ہے بشر کی
اِسی سے آدمی بنتا ہے کامل
ادب کو چھوڑ کر جو عِلم چاہے
نہیں اُس سے بڑا دنیا میں جاہل

۷۱۔ بیا تا کارِ ایں اُمّت بسازیم — قمارِ زندگی مردانہ بازیم
چُناں نالیم اندر مسجدِ شہر — کہ دل در سینۂ مُلّا گدازیم

چلو آؤ جگا بیٹھیں بھاگ اِس کے
ہماری قوم ہے قسمت کی ماری
پگھل جائے دلِ مُلّا بھی جس سے
کریں مسجد میں ایسے آہ و زاری

۷۲۔ مسلماں بندۂ مولا صفات است	دلِ اُو سرّے از اسرارِ ذات است
جمالش جز بہ نورِ حق نہ بینی	کہ اصلش در ضمیرِ کائنات است

مسلماں بندۂ مولا صفت ہے
سمجھتا ہے وہ اسرارِ حقیقت
دل اس کا نورِ حق سے ہے منوّر
ضمیر اس کا ہے عکسِ ذاتِ رحمت

۷۳۔ کسے کو فاش دید اسرارِ جاں را	نہ بیند جز بہ چشمِ خود جہاں را
نوائے آفریں در سینۂ خویش	بہارے می تواں کردن خزاں را

سمجھتا ہے جو اسرارِ حقیقت
وہی صاحب نظر ہے اِس جہاں میں
کچھ ایسا سحر پیدا کر نوا میں
خزاں میں بھی نظر آئیں بہاریں

۷۴۔ نگہدار آنچہ در آب و گلِ تست　　سرور و سوز و مستی حاصلِ تست

تہی دیدم سبوئے این و آں را　　مے باقی بہ مینائے دلِ تست

ترے دل میں ہے جو یہ سوز و مستی

خُدائے لم یزل کی ہے عنایت

حِفاظت کر دل و جاں سے تُو اس کی

بڑی مشکل سے ملتی ہے یہ نعمت

۷۵۔ الا اے کُشتۂ نامحرمے چند　　خریدی از پئے یک دل غمے چند

زتا ولایتِ مُلّا باں نکو تر　　نشستن با خُود آگاہے دمے چند

ترے دل میں بسے ہیں غم ہزاروں

اُجاڑا ہے اِسے نامحرموں نے

نہ آ مُلّاؤں کی باتوں میں ہرگز

بڑھا رشتہ کسی رازِ آشنا سے

۷۶۔ کراجوئی چرا در پیچ و تابی | کہ او پیداست و تو زیرِ نقابی
تلاشِ او کنی جز خود نہ بینی | تلاشِ او کنی جز خود نیابی

کسے تو ڈھونڈتا پھرتا ہے ناداں
خدا تو ذرّے ذرّے سے عیاں ہے
نہیں کچھ فرق تجھ میں اور اُس میں
تو خود ہی اک حجابِ درمیاں ہے

۷۷۔ بروں از ورطۂ بود و عدم شو | فزوں تر از جہانِ کیف و کم شو
خودی تعمیر کن در پیکرِ خویش | چوں ابراہیم معمارِ حرم شو

نکل باہر غمِ ہست و عدم سے
نہ رکھ رشتہ جہانِ کیف و کم سے
عبادت ہے خودی کی پرورش بھی
گزر جا سرحدِ دیر و حرم سے

۷۸۔ مبارا بزم بر ساحل کہ آں جا   نوائے زندگانی نرم خیز است
بہ دریا غلط و باموجش در آویز   حیاتِ جاوداں اندر ستیز است

ڈبو دے گی تجھے ساحل پرستی
سُن اے غافل تُو کس ارمان میں ہے
لپٹ جا بے خطر موجِ بلا سے
حیاتِ جاوداں طُوفان میں ہے

۷۹۔ نہ پیوستم ازیں بُستاں سرا دل   ز بندِ این و آں آزادہ رفتم
چو بادِ صبح گردیدم دمے چند   گلاں را آب و رنگِ تازہ دادم

لگایا دل نہ اس دنیا سے میں نے
رہا آزاد ہر اک آرزو سے
صبا بن کر رہا صحنِ چمن میں
بھرا پھولوں کا دامن رنگ و بُو سے

۸۰۔ حضورِ ملّتِ بیضا تپیدم   نوائے دل نوازے آفریدم
ادب گوید سخن را مختصر کُن   تپیدم، آفریدم، آرمیدم

کہے شعر کتنے ہی دل سوز مَیں نے
مَیں اُمّت کی خاطر تڑپتا رہا ہُوں
ادب نے مگر جب تقاضا کیا ہے
تڑپ کر مَیں ناچار چُپ ہو گیا ہُوں

اقوالِ عارفِ ہندی
(جاوید نامہ)

۱۔ ذاتِ حق را نیست ایں عالم حجاب

غوطہ را حائل نگردد نقشِ آب

روئے حق پر یہ نہیں ہرگز حجاب

یہ جہاں تو ہے فقط اک نقشِ آب

۲۔ زادن اندر عالمِ دیگر خوش است

تا شبابِ دیگرے آید بدست

جنم لینا دوسری دُنیا میں پھر سے خوب ہے

اس سے ہوتا ہے عطا انساں کو دوبارہ شباب

کافرِ بیدار دلِ پیشِ صنم ۔۳

بہ ز دیندارے کہ خُفت اندر حرم

شیخ جو مسجد میں پڑ کر سو رہا

اُس سے تو بیدار دِل کافر بھلا

چشم کور است آنکہ بیند ناصواب ۔۴

ہیچ گہ شب را نہ بیند آفتاب

ہو غلط بیں آنکھ تو کس کام کی اے ہم نشیں

ڈالتا ہے کب نظر تاریکیوں پر آفتاب

وقت شیرینی بہ زہر آمیختہ ۔۵

رحمتِ عامے بہ قہر آمیختہ

خالی از قہرش نہ بینی شہر و دشت

رحمتِ اُو ایں کہ گوئی در گذشت

دیکھنے میں وقت امرت، در حقیقت زہر ہے

یہ بظاہر ابرِ رحمت، اصل میں اک قہر ہے

کام اس کا ہے تباہی، اس کا مقصد ہے فنا

اس کی زد میں ہے سبھی کچھ دشت ہے یا شہر ہے

کافری مرگ است اے روشن نہاد — ۶

کے سزد غازی را با مُردہ جہاد

مردِ مومن زندہ و با خود بہ جنگ

بر خود افتد ہمچو بر آہو پلنگ

کافری اک مُردہ شے ہے، اے رفیقِ خوش نہاد!

مُردہ شے سے کیا لڑائی، مُردہ شے سے کیا جہاد

مردِ مومن مردِ زندہ، اس کا شیوہ خود سے جنگ

یوں جھپٹتا ہے وہ خود پر جیسے آہو[۱] پر پلنگ[۲]

[۱] ہرن [۲] چیتا۔

۷۔ صحبتِ گل دانہ را سازد درخت
آدمی از صحبتِ گل تیرہ بخت

دانہ از گل می پذیرد پیچ و تاب
تا کند صیدِ شعاعِ آفتاب

بنے مل کے مٹی میں دانہ درخت
ملے اس میں انساں تو ہو تیرہ بخت

ہے مٹی سے دانے کی نشو و نما
وہ کرتا ہے سورج سے حاصل غذا

۸۔ من بہ گل گفتم بگو اے سینہ چاک!

چوں بگیری رنگ و بو از باد و خاک؟

گفت گل، "اے ہوشمندِ رفتہ ہوش!

چوں پیامے گیری از برقِ خموش؟

جاں بہ تن مارا ز جذبِ این و آں

جذبِ تو پیدا و جذبِ من نہاں"

پُوچھا جو مَیں نے پھول سے اے سینہ چاک پُھول!

حاصل تُو کیسے خاک سے کرتا ہے رنگ و بُو

بولا وہ سُن کے "پہلے مجھے یہ بتا ذرا

سُنتا ہے کیسے برقِ فلک کی تُو گُفتگُو؟

تیرا مرا طریق تو ہے جذب ہی مگر

مَیں چھُپ کے جذب کرتا ہوں اور آشکار تُو"

مُفرد اشعار

- ادب ۶۶
- خودی ۷۵
- متفرق ۸۱

اَدب

۱۔ اے میانِ کیسہ ات نقدِ سُخن
بر عیارِ زندگی اُو را بزن

ترے پاس ہے جو یہ نقدِ سخن
اِسے زندگی کی کسوٹی پہ جانچ

۲۔ از نوا بر من قیامت رفت و کس آگاہ نیست
پیشِ محفل جُز بم و زیر و مقام و راہ نیست

مجھ پر مری نوا سے قیامت گزُر گئی
دُنیا ادا شناسِ رُخِ زیر و بم رہی

۳۔ از کم آمیزی تخیّل زندہ تر
زندہ تر جوئندہ تر یابندہ تر

خلوت ہے تخیّل کی زندگی
خلوت سے ہے اس میں پایندگی

۴۔ اگر ایں کار را کارِ نفس دانی چہ نادانی

دمِ شمشیر باید اندر سینہ نے نوائے را

شاعری کو تو سمجھتا ہے کہ یہ اک کھیل ہے

شعر گوئی کے لیے سینے میں شعلہ چاہیے

۵۔ بہ صدائے دلنوازے، بہ نوائے دلپذیرے

خُمِ زندگی کشادم بہ جہانِ تشنہ میرے

اِس جہانِ تشنہ لب کے واسطے اے ہم نشیں

مَیں نے اپنی نے نوازی سے لُٹائے غم کے خُم

۶۔ بیا بہ مجلسِ اقبالؔ و یک دو ساغر کش

اگرچہ سر نتراشد، قلندری داند

اقبالؔ کے سبُو سے بھی دو ایک جام پی

اُس کا طریق کچھ بھی ہو، دانائے راز ہے

۷۔ برآور ہر چہ اندر سینہ داری

سرودے، نالۂ، آہے، فغانے

ترے دل میں جو کچھ بھی ہے پیش کر

وہ نغمہ ہو، نالہ کہ آہ و فغاں

۸۔ پس از من شعرِ من خوانند و دریابند و می گویند

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے

مرے شعر پڑھ کر کہے گا زمانہ

کہ اِک مردِ حق نے یہ دنیا بدل دی

۹۔ بہ پیرِ گردوں با من ایں اسرار گفت

از ندیماں راز ہا نتواں نہفت

مجھ کو گردوں نے دیا یہ مشورہ

راز جو سینے میں ہے، پنہاں نہ رکھ

۱۰۔ چو یزداں از دو عالم بے نیاز اند

دگر سرمایۂ اہلِ ہنر چیست

دو عالم ہیچ ہیں ان کی نظر میں

یہی سرمایۂ اہلِ ہنر ہے

۱۱۔ حق اگر سوزے ندارد حکمت است

شعر می گردد چو سوز از دل گرفت

فلسفہ ہے، سوز سے عاری کلام

شعر بن جاتا ہے جب شامل ہو سوز

۱۲۔ در نمی گنجد بہ جو عمّانِ من

بحرہا باید پئے طوفانِ من

مرا نغمہ دریا کے بس کا نہیں

یہ شایاں ہے اِک بحرِ زخّار کے

۱۳۔ سوز و مستی نقش بندِ عالمے ست
شاعری بے سوز و مستی ماتمے ست
سوز و مستی اصلِ پیغامِ حیات
شاعری بے سوز و مستی درسِ مرگ

۱۴۔ شاعر اندر سینۂ ملّت چو دل
ملّتے بے شاعرے، انبارِ گل
قوم کے سینے میں شاعر مثلِ دل
قومِ بے شاعر ہے اِک انبارِ گل

۱۵۔ شعر را مقصود اگر آدم گری ست
شاعری ہم وارثِ پیغمبری ست
اِس کا مقصد ہو اگر آدم گری
شاعری ہے ہمسرِ پیغمبری

۱۶۔ فطرتِ شاعر سراپا جستجوست

خالق و پروردگارِ آرزوست

فطرتِ شاعر سراپا جستجو

خالق و پروردگارِ آرزو

۱۷۔ کرمِ شب تاب است شاعر در شبستانِ وجود

در پر و بالش فروغے گاہ ہست و گاہ نیست

شاعر شبِ وجود میں جگنو کی ہے مثال

اس میں فروغِ نور کبھی ہے کبھی نہیں

۱۸۔ مرا بنگر کہ در ہندوستاں دیگر نمی بینی

برہمن زادۂ رمز آشنائے روم و تبریز است

ہوں برہمن نژاد مگر مرتبہ تو دیکھ!

رکھتا ہوں ربطِ خاص میں تبریز و روم سے

۱۹۔ من اے میرِ اُمم! داد از تو خواہم

مرا یاراں غزل خوانے شمردند

تُو ہی انصاف کر اب یا محمدؐ!

مجھے شاعر سمجھتی ہے یہ دُنیا

۲۰۔ مستی ز بادہ می رود و از ایاغ نیست

ہر چند بادہ را نتواں خورد بے ایاغ

لاکھ ہو بہرِ مے کشی جام و سبُو کی احتیاج

کیف تو ہے شراب میں جام و سبُو میں کچھ نہیں

۲۱۔ مئے من گرچہ ناصاف است درکش

کہ ایں تہ جُرعۂ خُم ہائے دوش است

مرا بادہ ناصاف ہے پھر بھی پی

یہ عہدِ گذشتہ کی سوغات ہے

۲۲. نغمہ کجا و من کجا سازِ سخن بہانہ ایست

سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

فقط اک بہانہ ہے یہ ۔ نے نوازی

مرا کام ہے رہنمائی بشر کی

۲۳. نہ بینی خیر ازاں مردِ فرودست

کہ برمن تہمتِ شعر و سخن بست

مجھے جو یہ کہتا ہے شاعر ہوں میں

نہیں اُس سے بڑھ کر کوئی بے خبر

۲۴. نغمہ می باید جنوں پروردۂ

آتشے در خونِ دل حل کردۂ

ضروری ہے نغمے میں عنصر جنوں کا

مگر سوزِ غم بھی ہے درکار اِس میں

۲۵۔ نغمہ ام، از زخمہ بے پرواستم

من صدائے شاعرِ فرداستم

مَیں نوا ہُوں، بے نیازِ ساز ہوُں

آنے والے دَور کی آواز ہُوں

۲۶۔ نغمۂ من از جہانِ دیگر است

ایں جرس را کاروانِ دیگر است

میرے نغموں کا جہاں ہی اور ہے

اِس جرس کا کارواں ہی اور ہے

۲۷۔ نگاہم از مہ و پرویں بلند است

سخن را بر مزاجِ کس نگویم

سخُن میرا مہ و پرویں سے بالا

پسند آئے کسی کو یا نہ آئے

۲۸۔ نغمہ ام ز اندازۂ تار است بیش

من نترسم از شکستِ عُودِ خویش

ماورائے ساز ہے نغمہ مرا

توڑ ڈالو شوق سے میرا رباب

۲۹۔ ہیچ کس رازے کہ من گُفتم نہ گُفت

ہمچو فکرِ من دُرِ معنی نہ سُفت

کون کر سکتا ہے میری ہمسری

کون کہہ سکتا ہے جو مَیں نے کہا

خُودی

۳۰۔ اگر خواہی خُدا را فاش بینی

خُودی را فاش تر دیدن بیاموز

تمنّا ہے دیدارِ حق کی اگر
خُودی کی حقیقت سے ہو آشنا

۳۱۔ اند کے اندر جہانِ دل نگر
تا ز نورِ خود شوی روشن بصر

اے فدائے جلوہ ہائے برقِ طور
تیرا اپنا دل بھی ہے قندیلِ نور

۳۲۔ بہ درگاہِ سلاطین تا کجا این چہرہ سائی ہا
بیاموز از خدائے خویش نازِ کبریائی ہا

نہ کر سجدہ شہنشاہوں کے در پر
خدا سے مانگ نازِ کبریائی

۳۳۔ برگرفتم پردہ از رازِ خودی
وانمودم سرِّ اعجازِ خودی

افشا کیا راز میں نے خودی کا
دنیا کو اعجاز اس کا بتایا

۳۴۔ بر مقامِ خود رسیدن زندگی ست

ذات را بے پردہ دیدن زندگی ست

زندگانی نفس کی پہچان ہے

زندگانی ذات کا عرفان ہے

۳۵۔ پیکرِ ہستی ز اسرارِ خودی ست

ہر چہ می بینی ز اسرارِ خودی ست

خودی کا ہے جوہر ہر اک چیز میں

خودی سے ہے قائم نظامِ حیات۔

۳۶۔ تلاشِ اُو کنی جز خود نہ بینی

تلاشِ خود کنی جز اُو نیابی

خدا کی جستجو میں پھرنے والے

خدا ملتا ہے اپنی جستجو سے

۳۷۔ تو خودی اندر بدن تعمیر کن

مشتِ خاکِ خویش را اکسیر کن

خودی تعمیر کر اپنے بدن میں

بنا اکسیر اپنے خاک داں کو

۳۸۔ چیست دیں؟ دریافتن اسرارِ خویش

زندگی مرگ است بے اسرارِ خویش

درحقیقت دین کیا ہے؟ نفس کی پہچان ہے

زندگی کا راز اپنی ذات کا عرفان ہے

۳۹۔ خودی را مردم آمیزی دلیلِ نارسائی ہا

تو اے دردِ آشنا بیگانہ شو از آشنائی ہا

حذر کر مردم آمیزی سے ناداں

خودی کی موت ہے یہ آشنائی

۴۰۔ خودی را حق بداں باطل مپندار

خودی را کشتِ بے حاصل مپندار

خودی کشتِ ویراں نہیں ہم نشیں

خودی اک حقیقت ہے باطل نہیں

۴۱۔ خویش را چوں از خودی محکم کنی

تو اگر خواہی، جہاں برہم کنی

خودی سے توانا ہوئی جس کی ذات

اُس انساں کے بس میں ہے یہ کائنات

۴۲۔ داغے بہ سینہ سوز کہ اندر شبِ وجود

خود را شناختن نتواں جز بہ ایں چراغ

سینے میں جب تک نہ ہو زخم کوئی

مشکل بہت ہی ہے پہچان اپنی

۴۳۔ دِگر از شنکر و منصوُر کم گوُ

خُدا را ہم براہِ خویشتن جوُ

شنکر و منصوُر کا پیَرو نہ بن

جستجُوئے حق خوُد اپنے آپ کر

۴۴۔ مُنکرِ حق نزدِ مُلّا کافر است

مُنکرِ خوُد نزدِ من کافر تر است

خُدا کو نہ مانے وہ اِنسان کافر

جو خوُد کو نہ مانے وہ اُس سے بھی بدتر

۴۵۔ مردِ خوُد دارے کہ باشد پُختہ کار

بامزاجِ او بسازد روزگار

جو کامِل ہے، پُختہ ہے، خوُددار ہے

اُس اِنساں کے بس میں ہے سارا جہاں

۴۶۔ مُرد چوں شمعِ خودی اندر وجود
از خیالِ آسماں پیما چہ سود

خودی ہی مر گئی جب تیری ناداں!
خیالاتِ فلک پیما سے حاصل؟

مُتفرّق

۴۷۔ آدمیّت احترامِ آدمی
باخبر شو از مقامِ آدمی

آدمی کی ذات ہے عالی مقام
آدمیّت، آدمی کا احترام

۴۸۔ از گلِ خود آدمے تعمیر کُن
آدمے را عالمے تعمیر کُن

آدمی بن آدمی، اے مشتِ خاک!
اور پھر تعمیر کر اپنا جہاں

۴۹۔ آشنائے لذّتِ گفتار شو
اے امیرِ کارواں! بیدار شو

آشنائے لذتِ گفتار ہو
اے امیرِ کارواں، بیدار ہو!

۵۰۔ از من بروں نیست منزل گہِ من
من بے نصیبم راہے ندانم
خود میرے اندر ہی منزل ہے میری
افسوس! پھرتا ہوں پھر بھی بھٹکتا

۵۱۔ از خود اندیش واز ایں بادیہ ترساں مگذر
کہ تو ہستی و وجودِ دو جہاں چیزے نیست
گزر جا بے خطر بزمِ جہاں سے
جہاں فانی ہے، تُو فانی نہیں ہے

۵۲۔ از آں آتش کہ جانِ من برافروخت
نصیبے دِہ مسلماں زادگاں را
مرے دل میں جو آگ ہے شعلہ ور
عطا کر وہی اہلِ اسلام کو

۵۳۔ اگر ز آتشِ دل شرارے بگیری

تواں کرد زیرِ فلک آفتابی

فروزاں اگر کر سکے شمعِ دل

تو بن جائے رشکِ مہ و مہر تُو

۵۴۔ آں عزمِ بلند آور، آں سوزِ جگر آور

شمشیرِ پدر خواہی، بازوئے پدر آور

پہلے وہ سوز و ساز، وہ عزمِ بلند لا

پھر عظمتِ قدیم کا وارث بنے گا تُو

۵۵۔ از گناہِ بندۂ صاحب جنُوں

کائناتِ تازۂ آید بروں

اہلِ جنُوں کی جسارت کے صدقے

کیا کیا نہ عالم ہُوئے اور پیدا

۵۶۔ اے کہ از ترکِ جہاں گوئی مگو
ترکِ ایں دیرِ کہن تسخیرِ اُو

ترکِ جہاں کا نہ کر ذکر مجھ سے
تسخیرِ دُنیا ہی ترکِ جہاں ہے

۵۷۔ آنِیم من، جاودانی کُن مرا
از زمینی، آسمانی کُن مرا

مَیں ہُوں فانی، غیر فانی کر مجھے
یا الٰہی! جاودانی کر مجھے

۵۸۔ ایں کہ می بینی نیرزد باد و جو
از جلالِ لاالہٰ آگاہ شو

یہ جہانِ رنگ و بُو کچھ بھی نہیں
ہو جلالِ لاالہٰ سے آشنا

۵۹. باچنیں زورِ جنوں پاسِ گریباں داشتم
در جنوں از خود نہ رفتن کارِ ہر دیوانہ نیست

ملیں گے کہاں ہم سے دیوانے لوگ
جنوں میں بھی پاسِ گریباں رہا

۶۰۔ برتر از گردوں مقامِ آدم است
اصلِ تہذیب احترامِ آدم ست

آدمی کا مرتبہ ہے قدسیوں سے بھی بلند
احترامِ آدمی، بُنیاد ہے تہذیب کی

۶۱۔ بوُعلی اندر غبارِ ناقہ گُم
دستِ رُومی پردۂ محمل گرفت

پیرِ رُومی نے کیئے سب پردہ ہائے راز فاش
بوُعلی سینا غبارِ عقل میں گُم ہوگیا

بے خلش بازیستن، ناز یستن ۶۲-

باید آتش در تہِ پا زیستن

خلِش ہی سے ہے زندگی، زندگی

اگر یہ نہ ہو، زندگی موت ہے

با سکندر خضر در ظلمات گفت ۶۳-

مرگ مشکل، زندگی مشکل تر است

خضر سے سکندر نے یہ راز پایا

کہ مرنا ہے آسان، جینا ہے مشکل

بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ۶۴-

اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

عشقِ رسولؐ سے ہے تکمیلِ دین و ایماں

اس کے بغیر انساں مثلِ ابولہب ہے

۶۵۔ باسلاطیں در فتد مردِ فقیر

از شکوہِ بوریا لرزد سریر

اُلجھتا ہے سُلطاں سے مردِ فقیر

لرزتا ہے گُدڑی کے ڈر سے حریر

۶۶۔ پادشاہاں در قباہائے حریر

زرد رُو از سہم آں عُریاں فقیر

یہ مخمل و حریر میں ملبوس بادشاہ

لرزہ بہ تن ہیں خوف سے عُریاں فقیر کے

۶۷۔ پیرِ رُومی خاک را اکسیر کرد

از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد

پیرِ رُومی کی نظر کے فیض سے

بن گئی اکسیر میری خاک بھی

۶۸۔ تا نہ رمزِ لا الٰہ آید بدست

بندِ غیر اللہ را نتواں شکست

لا الٰہ کی رمز سے واقف نہ ہو جب تک بشر

ماسوا کی قید سے آزاد ہو سکتا نہیں

۶۹۔ تو نشناسی ہنوز، عشق بمیر ز وصل

چیست حیاتِ دوام، سوختنِ ناتمام

تُجھ کو کُچھ خبر بھی ہے، وصل مرگِ عشق ہے

حسرتِ مدام ہی، نام ہے حیات کا

۷۰۔ تو خُورشیدی و من سیّارہ تو

سراپا نورم از نظّارہ تو

تو خُورشید میرا میں تیرا قمر

مُنوّر ترے دم سے ہیں سر بسر

۷۱۔ جہاں تابی زنُورِ حق بیاموز

کہ اُو با صد تجلّیَ در حجاب، است

جہاں تابیاں سیکھ نُورِ خُدا سے

جو تابانیوں پر بھی رہتا ہے مستوُر

۷۲۔ چُناں بزی کہ اگر مرگ ِماست مرگِ دوام

خُدا ز کردۂ خُود شرمسار تر گردد

کاٹ، اپنی زندگی کے دن ایسے جہاں میں

خالق بھی سوگوار ہو تیری وفات پر

۷۳۔ چو می گویم مُسلمانم، بلرزم

کہ دانم مشکلاتِ لاالہ را

لرزتا ہُوں خُود کو مُسلمان کہتے

سمجھتا ہُوں ہیں مُشکلیں لاالہ کی

۷۴۔ چوں فنا اندر رضائے حق شود

بندۂ مومن قضائے حق شود

رضائے الٰہی ہے جس کا رستار

وہ مومن ہے محبوبِ پروردگار

۷۵۔ حیاتِ جاوداں اندر یقین است

رہِ تخمین وظن گیری، بمیری

یقیں میں ہے مضمر حیاتِ دوام

ہلاکت کا باعث ہیں، تخمین وظن

۷۶۔ حدیثِ کم نظراں کہ بازمانہ بساز

زمانہ باتو نسازد تو بازمانہ ستیز

یہ دلیلِ کم نگاہاں ہے کہ دُنیادار بن

راس اگر آتی نہیں دُنیا تو برہم کر اسے

۷۷۔ خُود را کُنم سجُودے دَیر و حرم نمانده

اِیں در عرب نمانده آں در عجم نمانده

مطلب مجھے عرب سے نَے واسطہ عجم سے

کرتا ہوں خُود کو سجدہ دَیر و حرم کے بدلے

۷۸۔ خاک گشتن مذہبِ پروانگی ست

خاک را آب شو کر ایں مردانگی ست

آب و گِل سے ربط ہے دیوانگی

اس پہ غلبہ شیوۂ مردانگی

۷۹۔ خیز و جانِ نَودِہ ہر مُردہ را

از قُمِ خُود زندہ تر کُن زندہ را

مُردہ لوگوں کو عطا کر زندگی

اور جو زندہ ہیں اُن کو مردُمی

۸۰۔ دلبری بے قاہری جلوہ گری ست

دلبری با قاہری پیغمبری ست

دلبری بے قاہری جلوہ گری

دلبری با قاہری پیغمبری

۸۱۔ در عمل پوشیدہ مضمونِ حیات

لذّتِ تخلیق قانونِ حیات

ہے عمل سے ربطِ مضمونِ حیات

لذّتِ تخلیق قانونِ حیات

۸۲۔ دگر در مدرسہ و در حرم نمی بینم

دلِ جُنیدؒ و نگاہِ غزالیؒ و رازیؒ

کہاں اب وہ اوصاف اہلِ حرم میں

جُنیدؒ ایسی فطرت، نگاہِ غزالیؒ

۸۳۔ در نہادِ عشق با فکرِ بلند انداختند

ناتمامِ جاودانم، کارِ من چوں ماہ نیست

فکرِ بلند و عشق ہے میری سرشت میں

میں ناتمامِ جاوداں ہوں، ماہِ نو نہیں

۸۴۔ در اطاعت کوش اے غفلت شعار

می شود از جبر پیدا اختیار

تو اطاعت کو بنا اپنا شعار

جبر سے ہوتا ہے پیدا اختیار

۸۵۔ دیں مجو اندر کتاب اے بے خبر

علم و حکمت از کتُب، دیں از نظر

دین کو کتاب میں ڈھونڈتا ہے بے خبر!

اس میں تو بس علم ہے دین ہے نظر کی بات

۸۶۔ دیں سراپا سوختن اندر طلب

اِنتہایش عِشق، آغازش ادب

ہے مقصد دین کا راہِ طلب میں جان دے دینا

ادب آغاز ہے اس کا، محبت انتہا اس کی

۸۷۔ دلم سوخت، تنم سوخت، استخواں ہم سوخت

تمام سوختم و ذوقِ سوختن باقیست

دل جل گیا، تن جل گیا، سب اُستخواں جلے

جلنے کا شوق اب بھی مگر برقرار ہے

۸۸۔ در جہاں نتواں اگر مردانہ زیست

ہمچو مرداں جاں سپُردن زندگیست

مَردوں کی طرح زندگی ممکن نہ ہو اگر

مَردوں کی طرح جان دے دینا ہے زندگی

۸۹۔ رنگِ اُو بر کُن مثالِ اُو شوی

درجہاں نقشِ جمالِ اُو شوی

رنگ اس کا تُو اگر اپنائے گا

عکس بن جائے گا اس کے حُسن کا

۹۰۔ زشرر ستارہ جُویم، زستارہ آفتابے

سرِ منزلے نہ دارم کہ بمیرم از قرارے

شرر ہو، ستارہ ہو یا آفتاب

اگر رُک گیا تو فنا ہو گیا

۹۱۔ زندگی راچیست رسم و دین و کیش؟

یک دمِ شیری بہ از صد سالِ میش

یہ اصولِ زندگی ہے یہ کمالِ زندگی

ایک لمحہ شیر کی مانند جینا ہے بہت

۹۲۔ سنگ شو اے ہمچو گُل نازک بدن

ناشوی بنُیادِ دیوارِ چمن

سنگِ خارا بن سُن اے نازک بدن !

ہے تُو ہی بُنیادِ دیوارِ چمن

۹۳۔ سنگ چوں بر خود گمانِ شیشہ کرد

شیشہ گردید و شکستن پیشہ کرد

پتھر نے جب خیال کیا یہ کہ شیشہ ہوں

وہ ریزہ ریزہ ہو کے زمیں پر بکھر گیا

۹۴۔ شرارِ جستہ گیر از درونم

کہ من مانندِ رُومی گرم خونم

مرے دل میں شعلہ ہے مانندِ رُومی

اُٹھا لے شرر اس سے دو ایک تو بھی

۹۵۔ صُحبت از علمِ کتابی خوشتر است

صُحبتِ مردانِ حُر آدم گر است

کتابوں کی حِکمت سے بہتر ہے صُحبت

تو جوڑ اپنا رِشتہ کسی مردِ حق سے

۹۶۔ طائرِ دانا نمی گردد اسیر

گرچہ باشد دام از تارِ حریر

لاکھ ریشم کا بناؤ جال تُم

طائرِ دانا نہیں پھنستا کبھی

۹۷۔ عجب کافرانہ قمارِ حیات می بازی

کہ با زمانہ سازی و با خُود نمی سازی

بجائے خودی کے نظر ہے جہاں پر

عجب کافرانہ تری زندگی ہے

۹۸۔ عِشق سُوہاں زد مرا آدم شُدم

عالمِ کیف و کم عالم شُدم

عِشق نے مجھ کو بنایا آدمی

اور پھر بخشی متاعِ آگہی

۹۹۔ عقل ہم عشق است و از ذوقِ نظر بیگانہ نیست

لیکن ایں بیچارہ را آں جرأت رندانہ نیست

عقل بھی صاحب نظر ہے عشق کی صورت مگر

عشق میں جو جرأتِ رندانہ ہے، اس میں کہاں

۱۰۰۔ فقرِ کافر خلوتِ دشت و دراست

فقرِ مومن لرزہ بر بحر و بر است

کافر کا فقر، صحرا نشینی

مومن کا فقر، تسخیرِ عالم

۱۰۱۔ فقر جوع و رقص و عریانی کجاست

فقر سلطانی ست، رہبانی کجاست

فقر، فاقہ رقص و عریانی نہیں

فقر سلطانی ہے، رہبانی نہیں

۱۰۲۔ فقرِ مومن چیست؟ تسخیرِ حیات

بندہ از تاثیرِ آں مولا صفات

فقرِ مومن کیا ہے؟ تسخیرِ حیات

بندہ اس کے فیض سے مولا صفات

۱۰۳۔ قدم در جستجوئے آدمے زن

خدا ہم در تلاشِ آدمے ہست

کرو کوشش تلاشِ آدمی کی

خدا کو بھی تلاشِ آدمی ہے

کمالِ زندگی دیدارِ ذات است ۱۰۴

طریقش رستن از بندِ حیات است

مقصدِ حیات ہے وصالِ حق اے ہم نشیں!

یہ نصیب ہو گا تجھ کو ما سوا کے ترک سے

گماں مبر کہ ہمیں خاکداں نشیمنِ ماست ۱۰۵

کہ ہر ستارہ جہان است یا جہاں بودہ است

یہی عالم نہیں مسکن ہمارا

مہ و پرویں پہ بھی ہم رہ چکے ہیں ۱۰۶

گاہ باشد تہِ خرقہ زرہ می پوشند

عاشقاں بندۂ حال اند و چنیاں نیز کنند

پہنتے ہیں خرقہ کے نیچے زرہ

عجب لوگ ہیں عاشقانِ خدا

۱۰۷۔ گر خدا داری ز غم آزاد شو

از جہانِ بیش و کم آزاد شو

خدا پر یقیں ہے تو مطلق نہ ڈر

دو عالم کی دولت کی پروا نہ کر

۱۰۸۔ گر تو می خواہی مسلماں زیستن

نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

مسلماں کی طرح جینا جہاں میں

سوا قرآں کے ممکن نہیں ہے

۱۰۹۔ لذتِ ایماں فزاید در عمل

مردہ آں ایماں کہ ناید در عمل

عمل میں ہے پوشیدہ ایماں کی لذت

نہ آئے عمل میں تو مردہ ہے ایماں

۱۱۰۔ من بندہ آزادم، عشق است امامِ من

عشق است امامِ من، عقل است غلامِ من

بندۂ آزاد ہوں، عشق ہے میرا امام

عشق ہے مولا مرا عقل ہے میری غلام

۱۱۱۔ مرا نازو نیازِ آدمے دِہ

مرا سوز و گدازِ آدمے دِہ

مجھے ناز و نیازِ آدمی دے

مجھے سوز و گدازِ آدمی دے

۱۱۲۔ من درونِ شیشہ ہائے عصرِ حاضر دیدہ ام

آں چناں زہرے کہ از وے مارہا در پیچ و تاب

مئے دورِ حاضر ہلاہل ہے ایسا

پیے سانپ بھی تو وہ پانی نہ مانگے

۱۱۳- مرد شو آور زمامِ دِل بہ کف

تا شوی گوہر اگر باشی خزف

نفس پر جب تُو نے قابُو پالیا

خاک سے تُو کیمیا بن جائے گا

۱۱۴- مُریدِ ہمتِ آں رہروم کہ پا نہ نہاد

بجادہ کہ دراُو کوہ و دشت و دریا نیست

مَیں ہُوں اُس راہی کی ہمّت کا غلام

عشرتِ منزل کو جو سمجھے حرام

۱۱۵- ما ز تخلیقِ مقاصِد زندہ ایم

از شُعاعِ آرزو تابندہ ایم

مقاصِد ہی کا نام ہے زندگی

تمنّا سے ہے اس میں تابندگی

۱۱۶- من آں پروانہ را پروانہ دانم

کہ جانش سخت کوش و شعلہ نوش است

اُسی کو سمجھتا ہُوں پروانہ مَیں تو

جو پی جائے شُعلے کو پانی سمجھ کر

۱۱۷- مرا صاحبدلے ایں نکتہ آموخت

ز منزل جادۂ پیچیدہ خُوشتر

مُجھے ایک صاحبِ نظر نے بتایا

کہ منزل سے بہتر ہیں پُرپیچ راہیں

۱۱۸- من عیشِ ہم آغوشیِ دریا نہ کشیدم

آں بادہ کہ از خویش رباید نہ چشیدم

نہ کی مَیں نے ساحل کی خواہش کبھی

نہ وہ مے ہی پی جس سے اُڑ جائیں ہوش

۱۱۹۔ نہ کردم گدیہ چشمے ز افلاطون و فارابی

بچشمِ خود تماشائے جہانِ رنگ و بو کردم

نظر مانگی فلاطوں سے نہ فارابی سے میں نے

جہانِ رنگ و بو کو اپنی ہی آنکھوں سے دیکھا

۱۲۰۔ مصلحت در دینِ ما جنگ و شکوہ

مصلحت در دینِ عیسےٰ غار و کوہ

مسلک ہمارا ہے جنگ و شکوہ

عیسےٰ کا مسلک فقط غار و کوہ

۱۲۱۔ ہر کہ اندر دستِ او شمشیرِ "لا" ست

جملہ موجودات را فرمانروا ست

جس بشر کے ہاتھ میں ہے تیغِ "لا"

وہ ہے موجودات کا فرمانروا

۱۲۲- محفلِ از شمعِ نوا افروختم
قوم را رازِ حیات آموختم

شمعِ نوا جلا کر روشن کیا دلوں کو
اہلِ وطن کو میں نے جینے کا ڈھب سکھایا

۱۲۳- جانے کہ بخشند دیگر نگیرند
آدم بمیرد از بے یقینی

موت سے مرتا نہیں ہے یہ کبھی
بے یقینی موت ہے انسان کی

۱۲۴- گرچہ ہندی در عذوبت شکر است
طرزِ گفتارِ دری شیریں تر است

یہ مانا کہ اردو ہے شیریں زباں
مگر فارسی کا ہے لطف اور ہی

۱۲۵- از مرگ ترسی اے زندہ جاوید!
مرگ است صید سے تو در کمینی

تیری ہستی جاوداں ہے، موت سے ڈرتا ہے کیوں
اصل میں تو ہے شکاری، موت ہے تیرا شکار

اِقبال کی دُعا

(ماخوذ از زبورِ عجم)

الٰہی عطا کر دلِ باخبر — فقط معرفت پر ہو جس کی نظر
سہارے کا جینا مجھے موت ہے — مجھے کر مُنوّر مثالِ سحر
تُنک مایہ دُنیا سے مجھ کو بچا — عطا کر مجھے دشت و کوہ و کمر
سمندر رہوں کر دے مجھے بیکراں — مجھے بخش نایاب و یکتا گہر
خبر ہے تجھے تو کہ شاہیں ہوں میں — عطا کر مجھے چنگلِ تیز تر
مجھے صید کرنا ہے طَیرِ خرد — مرے تیر ہوں سب کے سب کارگر
مرے لب پہ ہو نغمۂ سرمدی — پر و بال ہوں میرے مثلِ شرر

علامہ اِقبال

شاعری کے تن میں اُس نے رُوح اِک پھونکی نئی
اِک نیا آہنگ بخشا، اِک نئی آواز دی

میرو غالب کا بھی یُوں تو مرتبہ کچھ کم نہیں
کون کر سکتا ہے لیکن ہمسرِی اِقبال کی

رازہائے زندگی تھے اُس کی فطرت پر عیاں
وہ شناسائے خُودی تھا، رازدانِ بےخُودی

ساقی و پیمانہ کی باتوں سے تھا اس کو گُریز
عُمر بھر کرتا رہا تفسیرِ حُسن و عشق کی

اُس کا اِک اِک لفظ ہے "بانگِ درا" "ضربِ کلیم"
اُس کے شعروں میں پیامِ حُرّیت، درسِ خُودی

"اشرف المخلُوق ہے تُو، نائبِ ربِّ عظیم"
آدمی کو اس نے سمجھایا مقامِ آدمی

اِمتیازِ رنگ و نسل و دیں سے بیگانہ تھا وہ
ایک تھے اُس کی نظر میں دہر کے اِنساں سبھی

اُس کا مسلک مِہر و اُلفت، راستی، اُنس و خلوص
اُس کا مذہب آدمیت، اِحترامِ آدمی

ہند کے علم و ادب سے تھا وہ یکسر بہرہ ور
اُس سے پوشیدہ نہ تھے کچھ مغربی افکار بھی

وہ سمجھتا تھا عراقیؔ اور حافظؔ کا مقام
جانتا تھا وہ ادا نِطشےؔ کی، پیرِ رُوم کی

شاعرِ مشرق تھا وہ، تو شاعرِ مغرب بھی تھا
اہلِ مغرب سے بہت آگے تھی اُس کی شاعری!

مردِ حق آگاہ تھا وہ محرمِ اسرار تھا
شعر کے پردے میں وہ کرتا رہا پیغمبری!

ہے زیارت گاہِ اربابِ نظر اُس کا مزار
رشکِ صد افلاک جس سے سرزمیں لاہور کی

دانائے رازِ اقبال

ایک مردِ خود آگاہ
ہند میں ہوا پیدا
درد جس کے دل میں تھا
نور تھا نگاہوں میں
شاعری تھا فن اُس کا
کام رہنمائی تھا
قوم کو جگانا تھا
نوجوان لوگوں کو
راہ پر لگانا تھا

فقر اُس کا ایماں تھا
دین تھا خودی اُس کا
عشق اُس کا مذہب تھا
حُرّیت عبادت تھی
رنگ و نسل و ملّت سے
واسطہ نہ تھا اُس کو
ساری بزمِ ہستی کو
وہ وطن سمجھتا تھا

اور نوعِ انسانی
اُس کا خانوادہ تھا

تھا تو پیکرِ خاکی
اصل میں وہ نوری تھا
ایک مردِ مومن تھا
پاک تھی نظر اُس کی
دل بھی پاک تھا اُس کا
فکر تھی رسا اُس کی
عرش پر نگاہیں تھیں
محرمِ حقیقت تھا
رازدانِ فطرت تھا
صانعِ ازل کا ایک
شاہکارِ عمدہ تھا

سیکڑوں برس تک جب
نسلِ انساں رو رو کر
خالقِ دو عالم سے
التجائیں کرتی ہے
جب کہیں بہ فضلِ رب
کوئی مردِ خود آگاہ
آشنائے رازِ حق
اس جہاں میں آتا ہے

تصانیفِ اقبال

اُردو :

۱۔ بانگِ درا۔ ۱۹۲۴ء

۲۔ بالِ جبریل۔ ۱۹۳۵ء

۳۔ ضربِ کلیم۔ ۱۹۳۶ء

۴۔ ارمغانِ حجاز۔ آدھا حصہ فارسی میں ہے۔ ۱۹۳۸
وفات کے چند ماہ بعد

فارسی :

۱۔ اسرارِ خودی۔ ۱۹۱۵ء

۲۔ رموزِ بیخودی۔ ۱۹۱۸ء

۳۔ پیامِ مشرق۔ ۱۹۲۳ء گوئٹے کے دیوان کے جواب میں

۴۔ زبورِ عجم۔ ۱۹۲۷ء

۵۔ جاوید نامہ۔ ۱۹۳۲ء ۱۹۲۹ء میں لکھنا شروع کیا تھا

۶۔ پس چہ باید کرد۔ ۱۹۳۶ء

۷۔ ارمغانِ حجاز ۱۹۳۸ء آدھا حصہ اردو میں ہے۔

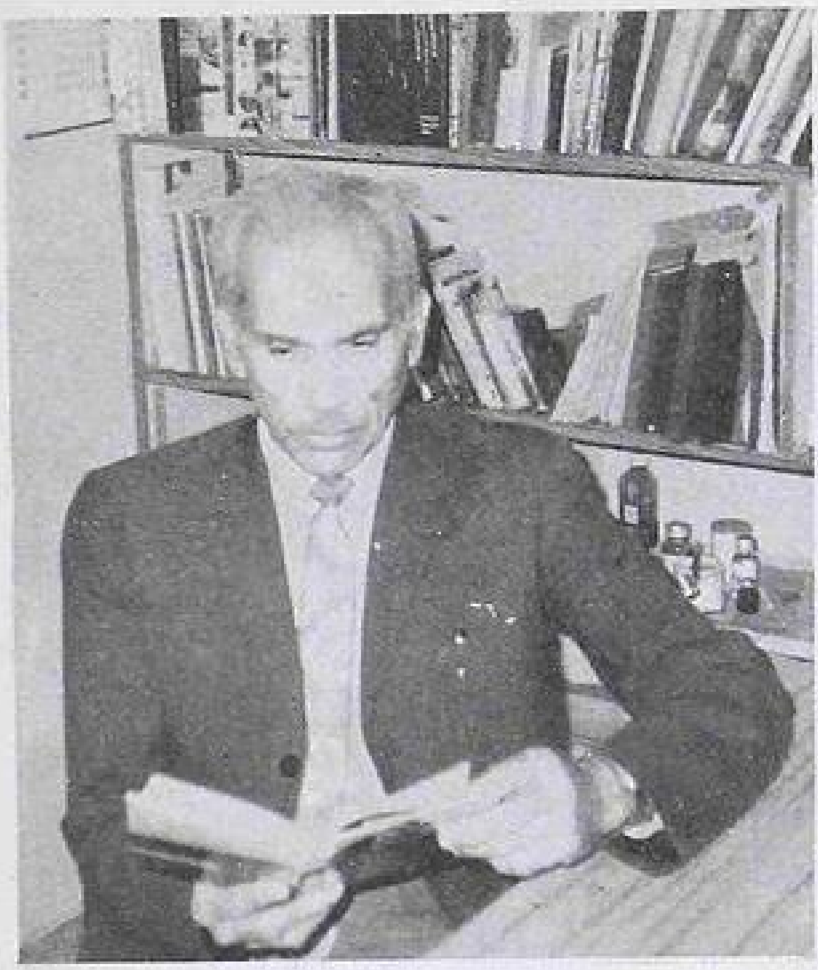

آج سے سترہ اٹھارہ برس پہلے میں نے صابر ابوہری صاحب کی ادب فہمی اور سخن شناسی کی داد دیتے ہوئے لکھا تھا کہ "صابر ابوہری وادیِ سخن کے انتھک مسافر ہیں، دُھن کے پکّے کام کے سچّے"۔ اس کا تازہ ترین ثبوت اُن کی زیرِ نظر کتاب "افکارِ اقبال" ہے جس میں گنجینۂ اقبال سے جواہر ریزے چُن کر اور انھیں اپنے ترجمے اور تخلیق سے سجا کر اُنھوں نے صاحبانِ ذوق کے لیے پیش کیا ہے۔ کلامِ اقبال ایک بحرِ ذخار ہے اور ہر سخن شناس اس میں سے اپنی پسند کے لولوئے آبدار نکال سکتا ہے۔ ترجمہ اور وہ بھی منظوم۔ اس میں اچھے اچھّوں کا پتّہ پانی ہو جاتا ہے اور سخن فہمی بھی داؤں پر لگ جاتی ہے۔ اقبال کی کارگہِ فکر مہ و انجم سے جگمگا رہی ہے۔ یہ انتخاب کرنے والے کے ذوق و ظرف پر ہے کہ وہ کس ستارے پر کمند ڈالتا ہے۔ صابر ابوہری صاحب نے اپنی کمند بہت بلندیوں پر پھینکی ہے اور بے شک مہ و انجم کو زیرِ دام لائے ہیں جو اُن کی حوصلہ مندی اور عالی ظرفی کی دلیل ہے۔ یقین ہے یہ مجموعہ ان کے امتیاز و اعتبار کا ضامن ہوگا۔

پدم شری پروفیسر گوپی چند نارنگ